مولانا پروفیسر محمد اشرف (پشاور)

حقیقتِ ذکر کے حصول کی معالجانہ تدبیر

(علّامہ سیّد سلیمان ندوی کے افکار کی روشنی میں)

اللہ تبارک و تعالیٰ کی یاد میں دل کی کامل بیداری اور دھیان کے ساتھ مشغولیت ہی اصلِ ذکر ہے۔ اور قلب ہی حقیقتاً ذاکر ہے۔ اس لئے بشرطِ اخلاص تیقّظِ قلبی جس قدر کامل ہوگا اور توجہ جتنی تام ہوگی۔ اس قدر ذکر مقبول و مؤثر نورانی اور طمانیت قلبی کا سبب ہوگا۔ دل کی توجہ کو کلیۃً ذکر میں شاغل رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ دل 'غیر اللہ' سے فارغ اور پریشان خیالی سے مامون ہو کہ جب تک فراغتِ قلبی اور یکسوئی خاطر میسر آئے سالک کو انتشار و تشتت پریشان رکھتا ہے۔ اور وہ ذکر کی کما حقہٗ بازیافت سے محروم رہتا ہے۔ پریشان خیالی اشتغالِ غیر اور وساوس انتشارِ قلبی کا عموماً سبب ہوتے ہیں۔ اس لئے محقق صوفیہ سالکین کی توجہ افرادِ ذکر (یعنی مذکور، ذاکر یا ذکر) پر مرتکز کرنے اور یکسوئی کے لئے مختلف تدابیر اختیار کرتے ہیں۔ یہ تدابیر محض معالجہ کے طور پر ہوتی ہیں۔ ان کی حیثیت محض ذرائع کی ہے۔ اس لئے یہ کسی درجہ میں مقصود نہیں ہوتی۔ یہ تدابیر نہ تو بذاتہٖ عبادت ہوتی ہے نہ موجب ثواب و ترقی۔ اس لئے ان کا قربِ ربّانی میں بھی کوئی دخل نہیں ہوتا ان کا بڑا فائدہ صرف اتنا ہے کہ پراگندہ خاطر ذاکر کو ان کے اختیار کرنے سے یکسوئی نصیب ہو جاتی ہے اور اس کی توجہ افرادِ ذکر پر مرکوز ہو جاتی ہے اور وہ وساوسِ قلبی اور انتشارِ ذہنی سے بچ جاتا ہے۔ اس لئے اگر کوئی سلیم الطبع، طالب، حقیقتِ ذکر کو ان 'معالجانہ تدابیر' کے بغیر ہی حاصل کر سکے تو اسے ان 'تدابیر' کے اختیار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

بعض سالکین، 'ذریعہ' کو 'مقصد' سمجھنے کی غلطی میں ایسے مبتلا ہو جاتے ہیں کہ مقاصد کو گم کر کے ذرائع ہی کے درپے ہو جاتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ تدابیر و ذرائع کو ان کا اپنا مقام دیا جائے۔ اور مقاصد کو پہچان کر ان کے حصول کی کوشش کی جائے۔ حضرت والا رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ:۔

"سالکین ذرائع کو مقاصد کا درجہ دے دیتے ہیں اور مصیبت میں مبتلا ہو جاتے ہیں"

اس لئے ضروری ہے کہ سالک 'مقاصد'، 'ذرائع'، 'غایات' اور 'تدابیر' میں تمیز و تفریق کر سکے۔ تدابیر و ذرائع میں غلو یا انہیں مقاصد و غایات سمجھ لینا اس راہ کا بڑا پتھر ہے۔ بلکہ بعض اوقات دائمی محرومی اور

ناکامی کا سبب بن جاتا ہے کہ سالک غیر مقصود کو مقصود قرار دے کر اس کا ایسے درپے ہوتا ہے کہ منزل ہی کو بھول جاتا ہے۔ شیخ حاذق کا کمال یہ ہوتا ہے کہ وہ طالب کو اس پرخار وادی سے بچا کر لے جاتا ہے اور اسے راہ کے کانٹوں سے الجھنے نہیں دیتا۔ اور مقاصد و ذرائع غایات و تدابیر اور حق و باطل میں بے محابا تفریق کی لکیر کھینچتا چلا جاتا ہے۔ اور طالب سلوک کی واضح راہ کو بغیر کسی رکاوٹ علی وجہ البصیرۃ کے طے کرتا چلا جاتا ہے۔

ہمارے حضرت والا نور اللہ مرقدہٗ اس راہ کی گھاٹیوں کے ماہر راہ بین و رہنما تھے۔ اس لئے سالکین کو ابتدا ہی میں ان مراحل و 'عقبات' سے آگاہ فرما دیتے تھے۔ چنانچہ مختلف طالبین کے نام مکتوبات میں اس کی وضاحت ملتی ہے۔ ایک طالب کو 'ضرب' اور "نور کے تصور" کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:۔

"...... پھر ڈھائی ہزار دفعہ 'اللہ' ذرا ہلکی آواز سے پڑھیں۔ ضرب کے ساتھ یا بلا ضرب (مگر یہ سمجھیں کہ یہ ضرب کوئی دینی امر نہیں ہے بلکہ محض علاج کے طور پر ہے کہ مؤثر ہو)

...... ذکر کے وقت یہ تصور کریں کہ عرش سے نور آپ کے قلب پر پڑ رہا ہے (یہ تصور بھی دینی امر نہیں ہے بلکہ بطور معالجہ کے ہے تاکہ یکسوئی ہو)"

انہی کو ایک دوسرے خط میں لکھتے ہیں:۔

"نور کے تصور کا استحضار نہیں ہوتا۔ تو کوئی حرج نہیں۔ یہ مقصود خود نہیں ہے مقصود تو یکسوئی ہے۔ توجہ ذکر کے وقت دراصل مذکور یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف ہو۔ ورنہ ذاکر یعنی قلب کی طرف ہو۔ ورنہ ذکر کی طرف ہو۔"

ایک طالب نے لکھا:۔

"قلب پر نقش اللہ کا بہ رنگ نقرہ و سفید تصور کرتا ہوں مگر رنگ کا تصور دیرپا نہیں ہوتا۔"

حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ نے جواباً ارقام فرمایا:۔

"زیادہ توجہ کی ضرورت نہیں اور نہ اس کے لئے تشویش خاطر کی ضرورت ہے .... (یہ امور) غیر مقصودہ ہیں۔"

ایک مسترشد خاص نے لکھا۔

"دورانِ ذکر لفظ 'اللہ' کا قلب پر تصور قائم نہیں رہتا.... اس کے قیام کی صورت ہے ایما فرمائیں۔"

حضرت الشیخ قدس سرہ نے ارقام فرمایا۔

"جتنی دیر ہوتا ہے وہ غنیمت ہے۔ اس پر مزید کاوش کی ضرورت نہیں۔ یہ مقصود بالذات نہیں۔ اور مزید کاوش سے اور پریشانی بڑھے گی" (تذکرہ سلیمان ص ۴۲۴)

سالک مذکور نے ذکر میں انتشار خیالات کی شکایت کی۔ حضرت والا نے عاجلاً تحریر فرمایا:۔

"ذکر میں انتشار خیال سے پریشان نہ ہونا چاہیے اللہ تعالیٰ نے قلب و دماغ کو ایسا ہی بنایا ہے کہ اس میں حرکت فطری ہوتی رہے یہ شاہی شاہراہ ہے۔ آپ کون اس پہرہ بٹھانے والے کہ اس شاہی شاہراہ پر چوہڑے چمار نہ چلنے پائیں۔ آپ اپنی راہ چلئے وہ اپنی راہ چلیں بحسب تجویز اعلیٰ حضرت حاجی (امداد اللہ) صاحب آپ یہ خیال کیا کیجیے کہ "اللہ اکبر! اللہ تعالیٰ کی بھی قدرت ہے کہ دل کے ایک قطرہ میں خیالات کا سمندر بھر دیا ہے اللہ رے اس کی عظمت و کبریائی" اس تصور سے یہ خیالات پریشان معرفت کے آیات بن جائیں گے۔ ایسے وقت یہ شعر پڑھ لیا کیجیے

دور باش افکار باطل دور باش اغیار دل
سج رہا ہے شاہ خوباں کیلئے دربار دل

(تذکرہ ص ۱۳۴)

خیال رہے۔ یہ تصور بھی تدبیر و معالجہ کے درجہ میں ہے جس کی حیثیت طالب مذکور کو پہلے بتائی جا چکی ہے"

یہاں یہ بات واضح کر دینی ضروری ہے کہ 'یکسوئی خیال' کی بھی اختیاری حد تک کوشش کرنی چاہیے اپنی کوشش کے باوجود اگر یکسوئی، حاصل نہ ہو تو اس کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے اپنے کام میں لگے رہنا چاہیے بعض اذہان فطرۃً اتنے سریع الحرکت ہوتے ہیں کہ ایک بات پر ان کا ارتکاز مشکل ہوتا ہے اس لئے عقیدہ و مقصد کی صحت کا اذعان و یقین کافی ہے۔ اگر یہ حاصل ہے تو پھر انتشار کی فکر کئے بغیر اپنے معمولات و مشاغل اور اذکار میں مشغول ہو جانا چاہیے یکسوئی کی امکانی و اختیاری کوشش کافی ہے۔ 'حصول یکسوئی' کے ہم مکلف نہیں۔ حضرت والا قدس سرہ کو ایک سالک نے لکھا:۔

"بحمد اللہ معمولات پر کاربند ہوں لیکن خیال میں یکسوئی نہیں رہتی بلکہ سخت انتشار رہتا ہے"

حضرت الشیخ نور اللہ مرقدہ نے جواباً ارقام فرمایا:۔

"یہ شکر کا مقام ہے یکسوئی عقیدہ کی مطلوب ہے اور وہ آپ کو حاصل ہے یعنی یہ کہ صرف خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے آپ کام کر رہے ہیں یہی مقصود ہے۔ باقی یکسوئی خیال جس کا دوسرا

نام محو ہوجانا یا انہماک ہے۔ نہ مقصود ہے اور نہ ہر ایک کے لئے محمود " (تذکرہ سلیمان صـ ۵۲۶)

حضرت والا کا حکیمانہ جواب سالکین کے لئے سرمۂ بصیرت ہے۔ اسی سالک کے ایک دوسرے سوال کا جواب بھی عجب پر حکمت اور نافع ہے۔ سالک نے لکھا:۔

" بعض مرتبہ عجب حال رہتا ہے کہ نماز میں تو وہ یکسوئی و رجوع کی کیفیت نہیں رہتی لیکن اس کے بعد ذہن و قلب تمام تر متوجہ بحق محسوس ہوتا ہے ..... شاید یہ دھوکا ہے کیونکہ اگر یہ کیفیت واقعتاً رجوع کی ہے تو نماز میں کیوں نہیں رہتی۔ حالانکہ نماز میں تو زیادہ قرب حاصل رہتا ہے "

حضرت والا نے تحریر فرمایا:۔

" نماز میں اعمال مختلف ہوتے ہیں جس سے وہ یکسوئی جس کو آپ یکسوئی سمجھتے ہیں نہیں ہوتی، کیا خدمت گار خدمات کے انجام دینے میں مالک کی محبت کی یکسوئی کا تصور کرتا ہے ؟ مگر یہ خدمت خود ہی محبت کی دلیل ہے اور اطاعت کی، نافہم! نماز سے فراغت کی حالت میں یکسوئی مستمر ہو کر محسوس ہوتی ہے۔ مگر یہ کوئی چیز نہیں "

(تذکرہ صـ ۹۰)

ایک دوسرے سالک کے اسی قسم کے سوال کے جواب میں تحریر فرمایا:۔

" زیادہ توجہ کی ضرورت نہیں اور نہ اس کے لئے تشویش خاطر کی ضرورت ہے ہر چیز اپنے وقت پر حسب استعداد اللہ تعالیٰ عطا فرمائیں گے "